AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہدایت کے ارکان، اصول اور انواع و اقسام کی عصری معنویت: تفسیر کشاف اور روح المعانی کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ

1. Najam ud Din
PhD Scholar, Qurtuba University of Science and Technology, D.I. Khan
najamniazi70@gmail.com
2. Attiq Ur Rehman
Lecturer, Qurtuba University of Science and Technology, D.I. Khan
attiqurrehman19876@gmail.com
3. Dr. Muhammad Aslam Khan
Professor, Qurtuba University of Science and Technology, D.I. Khan
4. Dr. Fazal Illahi Khan
Professor, Qurtuba University of Science and Technology, D.I. Khan

ABSTRACT

This research article presents a comparative and analytical study of the elements, principles, and types of Hidāyah (guidance) in the light of two prominent exegeses of the Qur'ān: al-Kashshāf by Imam al-Zamakhsharī and Rūḥ al-Ma'ānī by Allāma al-Ālūsī. The study explores five fundamental elements of guidance — Hādī (Allah), Dā'ī (the caller), Maṭlūb (the seeker), Ma'lūmāt (revealed knowledge), and Maqṣad (the ultimate goal). It further examines the principles of guidance, including individuality, voluntary basis, privacy, continuity, practicality, and spiritual development. The research also analyzes the various types of guidance — general, natural, sensory-rational, legislative, and divinely granted (tawfīqī). The comparative analysis reveals that al-Kashshāf emphasizes reason, human choice, and practical responsibility, while Rūḥ al-Ma'ānī stresses divine grace, tawfīq, and spiritual training. The study concludes that both approaches are not contradictory but complementary, and their synthesis provides a comprehensive and balanced understanding of guidance. The article also highlights the contemporary relevance of these elements and principles for individuals, preachers, educational institutions, religious leaders, and moral reformers in addressing the intellectual, moral, and spiritual challenges of the modern age.

کلیدی الفاظ:
ہدایت، کشاف، روح المعانی، ہدایت کے ارکان، ہدایت کے اصول، ہدایت کی اقسام، عصری معنویت، زمخشری، آلوسی، تقابلی تفسیر، توفیق، روحانی تربیت۔

تمہید

ہدایت انسانی زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے۔ انسان کو زندگی میں مختلف حالات، مسائل اور فیصلوں کا سامنا ہوتا ہے، اس لیے اسے صحیح راستہ اختیار کرنے کے لیے رہنمائی کی ضرورت رہتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ہدایت کا مطلب صرف راستہ بتانا نہیں، بلکہ انسان کو حق پہچاننے، درست عمل کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی طرف رہنمائی کرنا بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہدایت کو انسان کی فلاح اور کامیابی سے جوڑا گیا ہے، اس لیے اسلامی زندگی میں اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

آج کے دور میں انسان کو فکری، اخلاقی اور روحانی مسائل کا سامنا ہے۔ اگرچہ معلومات اور ذرائع ابلاغ بہت زیادہ ہیں، لیکن صحیح اور غلط، مفید اور نقصان دہ، اور حق و باطل میں فرق کرنا ہمیشہ آسان نہیں۔ ایسے حالات میں انسان کو ایسی رہنمائی کی ضرورت ہے جو اس کی سوچ، کردار اور روحانی زندگی کو درست سمت دے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں ہدایت کا تصور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے جامع رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

ہدایت کے اس جامع تصور کو سمجھنے کے لیے اس کے بنیادی ارکان، اصول اور مختلف اقسام کا مطالعہ ضروری ہے۔ ہدایت کے ارکان اس کے بنیادی عناصر کو واضح کرتے ہیں، اصول اس کے طریقۂ کار کو بیان کرتے ہیں، جبکہ انواع و اقسام ہدایت کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتی ہیں۔

زیرِ نظر مضمون میں ان تینوں پہلوؤں کا تفسیر کشاف اور روح المعانی کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔ دونوں تفاسیر میں ہدایت کے تصور کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر کشاف میں اس کے عقلی، بلاغی اور عملی پہلو نمایاں ہیں، جبکہ روح المعانی میں اس کے روحانی، باطنی اور عرفانی پہلوؤں پر زیادہ

توجہ ملتی ہے۔ دونوں تفاسیر کے مطالعے سے ہدایت کے تصور کو زیادہ جامع اور متوازن انداز میں سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

1۔ ہدایت کے ارکان:

ہدایت کا نظام پانچ بنیادی ارکان پر مشتمل ہے، جن کے بغیر ہدایت کا تصور مکمل نہیں ہوتا۔ یہ ارکان ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور ایک مربوط نظام کی تشکیل کرتے ہیں۔

پہلا اور بنیادی رکن اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جو ''ھادی'' یعنی ہدایت دینے والا ہے۔ دوسرا رکن ''داعی'' یعنی رسول، نبی، مربی یا مبلغ ہے، جو اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچاتا ہے۔ تیسرا رکن ''مطلوب'' یعنی ہدایت پانے والا انسان ہے، جو فطرتاً حق کا طالب ہے۔ چوتھا رکن ''معلومات'' یعنی وحی، قرآن اور سنت ہے، جو ہدایت کا محفوظ اور مکمل ذریعہ ہے۔ اور پانچواں رکن ''مقصد'' یعنی رضائے الٰہی اور فلاح ہے، جو ہدایت کے سفر کا حتمی انجام ہے۔

ان ارکان کا تفصیلی جائزہ تفسیر کشاف اور روح المعانی کی روشنی میں لیا جائے گا، اور یہ واضح کیا جائے گا کہ ہر رکن کی عصری معنویت کیا ہے اور آج کے دور میں ان کی کیا اہمیت ہے۔

پہلا رکن: ہادی (اللہ تعالیٰ کی ذات)

ہدایت کے نظام میں سب سے بنیادی رکن اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جو ''ھادی'' یعنی ہدایت دینے والا ہے۔ انسان چاہے کتنی ہی کوشش کر لے، اگر اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہو، تو وہ راہِ حق کو نہیں پا سکتا۔ انبیاء، کتبِ آسمانی، عقل اور فطرت، ان تمام ذرائع کا سرچشمہ ایک ہی ذات ہے، اللہ تعالیٰ۔[1]

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ﴾[2]

بے شک تو ہدایت نہیں کر سکتا جسے تو چاہے لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے، اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔

یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی جب رسول اکرم ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے لیے بار بار دعا کرتے رہے، مگر وہ ایمان نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ بھرپور کوشش کے باوجود کسی کو راہِ حق نہیں دکھا سکتے، مگر اصل ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔[3]

امام زمخشری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾، أَيْ: لَا تَهْدِي هِدَايَةَ التَّوْفِيقِ، وَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ، ﴿وَلَٰكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾، أَيْ: يُوَفِّقُ مَنْ يَشَاءُ لِلْهِدَايَةِ''۔[4]

"بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔'' یعنی آپ اسے ہدایت کی توفیق نہیں دے سکتے۔ آپ کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچانا ہے۔ ''لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔'' یعنی وہ جسے چاہے ہدایت کی توفیق عطا فرماتا ہے۔"

یعنی آپ ﷺ ہدایتِ توفیق نہیں دے سکتے، آپ کا کام صرف پیغام پہنچانا ہے، جبکہ توفیق دینا اللہ ہی کا کام ہے۔ابن کثیربھی اسی نکتے کو واضح کرتے ہیں:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾، أَيْ: لَا تَقْدِرُ أَنْ تُوَفِّقَهُ لِلْإِيمَانِ، ﴿وَلَٰكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾، أَيْ: يُوَفِّقُ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ''[5]

"بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔'' یعنی آپ اس بات پر قادر نہیں کہ اسے ایمان کی توفیق دے دیں۔ ''لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ایمان کی توفیق عطا فرماتا ہے۔"

عصری معنویت:

آج کے دور میں معلومات کے بے شمار ذرائع موجود ہیں، لیکن محض معلومات کی کثرت انسان کو راہِ حق نہیں دکھا سکتی۔ حقیقی ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ [6]"

اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں، ہم ضرور انہیں اپنی راہیں دکھاتے ہیں" ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تاہم اس کے حصول کے لیے انسان کی کوشش، طلب اور رجوع بھی ضروری ہے۔ چنانچہ عصر حاضر میں انسان کو معلومات کے مختلف ذرائع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور ثابت قدمی کی دعا کرنی چاہیے اور قرآن و سنت کی رہنمائی کو اپنی فکری و عملی زندگی کی بنیاد بنانا چاہیے۔

دوسرا رکن: داعی (رسول، نبی، مربی یا مبلغ)

ہدایت کے لیے ہادی اور مطلوب کے ساتھ داعی کا ہونا بھی ضروری ہے، جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچائے۔ انبیاء علیہم السلام اس منصب کے اعلیٰ ترین نمائندے ہیں، اور ان کے بعد علما، مربی اور مبلغین دعوت و رہنمائی کا کام انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا﴾(7)

"اور اللہ کے حکم سے (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلانے والے، اور روشن چراغ۔"

اس آیت میں رسول اکرم ﷺ کو اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ قرار دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی کا بنیادی کام اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا، دین کو واضح کرنا اور لوگوں کے لیے ہدایت کا راستہ روشن کرنا ہے۔

امام آلوسیؒ ﴿وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ﴾ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف اس کے حکم سے بلاتے ہیں، جبکہ ﴿وَسِرَاجًا مُنِيرًا﴾ سے حق کو واضح کرنے اور اسے اس طرح روشن کرنے کی طرف اشارہ ہے جیسے اندھیرے میں چراغ روشنی دیتا ہے۔(8)

زمخشریؒ کے نزدیک ﴿بِإِذْنِهِ﴾ سے اللہ کا حکم اور توفیق مراد ہے، جبکہ ﴿وَسِرَاجًا مُنِيرًا﴾ کا مفہوم دین کو واضح کرنے، حق کو ظاہر کرنے اور ہدایت کے راستے کو روشن کرنے والا ہے۔(9)

اس طرح دونوں مفسرین کے تفسیری نکات سے واضح ہوتا ہے کہ داعی کا منصب صرف معلومات پہنچانا نہیں، بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق دین کی وضاحت اور حق و ہدایت کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اس منصب کی کامل مثال ہیں، اور آپ ﷺ کے بعد علما، مربی اور مبلغین اپنے اپنے دائرۂ کار میں اس ذمہ داری کو ادا کرتے ہیں۔

عصری معنویت

عصر حاضر میں دینی معلومات کے ذرائع وسیع ہوچکے ہیں، اس لیے صحیح رہنمائی کے لیے ایسے داعیان کی ضرورت مزید اہم ہوگئی ہے جو علم، اخلاص اور حکمت کے ساتھ دین کی تعلیم پیش کریں۔ خصوصاً ڈیجیٹل اور سوشل میڈیا کے ماحول میں داعی کی ذمہ داری ہے کہ وہ مستند دینی معلومات پہنچائے، حق کو واضح کرے اور لوگوں کو اپنی ذات یا گروہ کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے۔

تیسرا رکن: مطلوب (ہدایت پانے والا انسان)

ہدایت کا تیسرا رکن ''مطلوب'' یعنی وہ انسان ہے جو ہدایت کا طلب گار ہو اور اسے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ انسان فطرتاً سچائی اور حق کا متلاشی ہے، اور اس کی فلاح اسی تلاش اور قبولیتِ ہدایت میں پوشیدہ ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں حق کو پہچاننے اور قبول کرنے کی استعداد رکھی ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾(10)

"سو تو ایک طرف کا ہو کر دین پرسیدھا منہ کیے چلا جا، اللہ کی دی ہوئی قابلیت پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بناوٹ میں ردو بدل نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔"

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"دِينَ اللَّهِ الَّذِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهِ، ﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾، أَيْ: لَا تُبَدِّلُوا خَلْقَ اللَّهِ، وَدَعُوهُ عَلَى فِطْرَتِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ فَطَرَ الْخَلْقَ عَلَى مَعْرِفَتِهِ وَتَوْحِيدِهِ. "(11)

"اللہ کے دین پر قائم رہو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔""اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں" یعنی: اللہ نے جس فطرت پر انسان کو پیدا کیا ہے، اسے بگاڑو نہیں۔بیشک اللہ نے مخلوق کو اپنی معرفت اور توحید پر پیدا کیا ہے"۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"الْفِطْرَةُ هِيَ مَا فَطَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْخَلْقَ مِنَ الْمَعْرِفَةِ بِهِ، وَقِيلَ: الْإِسْلَامُ، وَقِيلَ: التَّوْحِيدُ، وَقِيلَ: السُّنَّةُ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ"(12)

"فطرت" وہ ہے جس پر اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا معرفتِ الٰہی،کچھ نے کہا: فطرت سے مراد اسلام ہے،کچھ نے کہا: توحید،اور کچھ نے کہا: سنت (یعنی فطری طریقہ)۔ "نبی ﷺ نے فرمایا:

’’ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔‘‘

قرطبی اس حدیث سے واضح کرتے ہیں کہ ہر انسان سچائی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، مگر اس کا ماحول، تعلیم اور تربیت اسے اصل راہ سے دور کر سکتے ہیں۔ انسان اگرچہ فطری طور پر ہدایت کا طالب ہے، لیکن اسے اختیار بھی حاصل ہے۔ اللہ نے انسان کو عقل، دل اور سننے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے، جو سب ہدایت کے راستے ہیں۔ اسی لیے قرآن متعدد مقامات پر فرماتا ہے: ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (کیا تم عقل نہیں رکھتے؟)۔[13]

ہدایت کے اس نظام میں ’’مطلوب‘‘ یعنی انسان ایک فعال فریق ہے۔ وہ صرف مخاطب نہیں بلکہ طالب ہے۔ نہ تو صرف ہادی (اللہ) کی مشیت کافی ہے، نہ داعی (نبی/عالم) کی محنت، جب تک مطلوب (انسان) خود اپنے دل میں ہدایت کی طلب نہ رکھے۔

عصری معنویت:

آج کے دور میں انسان، خصوصاً نوجوان، مختلف فکری، نظریاتی اور ثقافتی اثرات سے متاثر ہو رہا ہے۔ قرآن کریم انسان کو غور و فکر اور حق کی پیروی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ﴾[14]

"پس میرے بندوں کو خوشخبری دے، جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر اس میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں" ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت پانے والا انسان محض معلومات حاصل کرنے والا نہیں بلکہ غور، انتخاب اور قبولیت کا فعال فریق ہے۔ اس لیے عصر حاضر میں ضروری ہے کہ انسان مختلف معلومات اور آراء کا شعوری جائزہ لے، حق کی طلب کو زندہ رکھے اور قرآن و سنت کی روشنی میں درست راستے کا انتخاب کرے۔

ہدایت کا چوتھا رکن: معلومات (وحی، قرآن، سنت)

ہدایت کے لیے ہادی، داعی اور مطلوب کے ساتھ صحیح معلومات کا ہونا بھی ضروری ہے، کیونکہ انسان درست علم کے بغیر حق کا راستہ متعین نہیں کرسکتا۔ ہدایت کی بنیادی معلومات وحی کے ذریعے ملتی ہیں، جس کی اساس قرآن مجید اور سنتِ نبوی ﷺ ہیں۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور سنت اس کی عملی تشریح و توضیح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾[15]

"یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔"

اس آیت میں قرآن کو ہدایت کا بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ ﴿لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ اس کے الٰہی ماخذ اور صداقت کو، جبکہ ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ اس کی رہنمائی کو واضح کرتا ہے۔امام آلوسیؒ کے نزدیک ﴿لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی شک نہیں، جبکہ ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ میں ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی نشانیاں مراد ہیں، جن سے متقی لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں[16]زمخشریؒ نے ابن عباسؓ کے قول کی روشنی میں ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ کی تفسیر نور اور بیان سے کی ہے؛ یعنی قرآن متقی لوگوں کے لیے روشنی اور واضح رہنمائی ہے، جس کے ذریعے وہ ہدایت پاتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔[17]

اس طرح دونوں مفسرین کے تفسیری نکات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید ہدایت کا معتبر اور واضح ذریعہ ہے، جبکہ سنتِ نبوی ﷺ اس ہدایت کی عملی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

عصری معنویت

موجودہ دور میں معلومات کے ذرائع بہت وسیع ہوچکے ہیں، لیکن ہر دستیاب معلومات قابلِ اعتماد نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خبر کی تحقیق اور احتیاط کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

"كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ"[18]

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرتا پھرے۔" ۔

اس حدیث کی روشنی میں عصرِ حاضر، خصوصاً ڈیجیٹل اور سوشل میڈیا کے ماحول میں، دینی معلومات کو آگے بڑھانے سے پہلے ان کی صحت اور ماخذ کی تحقیق ضروری ہے۔ قرآن و سنت کو بنیادی مصادرِ ہدایت قرار دیتے ہوئے مستند اہلِ علم سے صحیح مفہوم حاصل کرنا اور غیر مستند دینی مواد کی اشاعت سے بچنا اس رکن کی اہم عصری معنویت ہے۔

ہدایت کا پانچواں رکن: مقصد (رضائے الٰہی و فلاح)

ہدایت کا سفر ایک متعین مقصد کی طرف لے جاتا ہے، اور اس کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

دنیا و آخرت میں حقیقی فلاح حاصل کرنا ہے۔ قرآن مجید میں اس کامیابی کو "فوز عظیم "سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾(19)

"اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، وہ بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔"

اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو فوزِ عظیم کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ زمخشریؒ کے نزدیک اس کامیابی کا مفہوم عذاب سے نجات، ثواب کا حصول اور اللہ کی رضا و جنت کا حاصل ہونا ہے(20) قرطبیؒ بھی اسے حقیقی کامیابی قرار دیتے ہوئے اللہ کی رضا، جہنم سے نجات اور جنت میں داخلے کو اس کا حصہ قرار دیتے ہیں۔(21)تفسیر مظہری میں فوزِ عظیم کو کامل اور بے نقص کامیابی قرار دیا گیا ہے، جس میں اللہ کے غضب سے نجات، جنت کی نعمتیں اور رب کی رضا شامل ہیں۔(22) علامہ آلوسیؒ اس مفہوم کو مزید وسعت دیتے ہوئے ہر شر سے نجات، ہر خیر کے حصول، جنت میں دائمی قیام اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو فوزِ حقیقی قرار دیتے ہیں۔(23)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہدایت کا مقصد محض دنیاوی کامیابی یا معلومات کا حصول نہیں، بلکہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا، اخروی نجات اور دائمی فلاح تک پہنچانا ہے۔ یہی مقصد ہدایت کے دیگر ارکان کو بھی بامعنی بناتا ہے۔

عصری معنویت

موجودہ دور میں کامیابی کا تصور عموماً مال، منصب، شہرت اور مادی آسائشوں سے وابستہ کر دیا گیا ہے، جبکہ قرآن مجید کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی رضا کے ساتھ جوڑتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی حقیقی کامیابی کا معیار واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ"(24)

"وہ شخص کامیاب ہوگیا جو اسلام لایا، اسے بقدرِ کفایت رزق دیا گیا اور اللہ نے اسے اپنے عطا کردہ رزق پر قناعت دی"۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حقیقی فلاح صرف مادی وسائل کی فراوانی کا نام نہیں، بلکہ ایمان، قناعت اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے وابستہ ہے۔ اس لیے عصرِ حاضر میں انسان کو اپنی کامیابی کا معیار صرف دنیاوی مفادات تک محدود نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اپنی زندگی کی ترجیحات کو اطاعتِ الٰہی، اخلاقی ذمہ داری اور آخرت کی فلاح کے ساتھ مربوط کرنا چاہیے۔

پانچوں ارکان کے باہمی تعلق سے واضح ہوتا ہے کہ ہدایت محض معلومات یا نظریاتی رہنمائی کا نام نہیں، بلکہ ایک مکمل اور مربوط نظام ہے۔ اس نظام میں ہادی راہ دکھاتا ہے، داعی اس ہدایت کو انسان تک پہنچاتا ہے، مطلوب اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے والا ہے، صحیح معلومات قرآن و سنت کی صورت میں راہِ حق کو واضح کرتی ہیں، جبکہ مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ ان ارکان کا باہمی امتزاج ہی ہدایت کو ایک مؤثر اور عملی نظام بناتا ہے۔

2۔ ہدایت کے اصول اور ان کی عصری معنویت

اسلامی تصورِ ہدایت محض نظری تعلیمات کا مجموعہ نہیں بلکہ انسان کی فطرت، اختیار، عزتِ نفس، مسلسل تربیت، عملی زندگی اور روحانی اصلاح کو ملحوظ رکھنے والا ایک جامع نظام ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت کا مقصد صرف انسان کو صحیح اور غلط کی پہچان کرانا نہیں بلکہ اسے شعوری طور پر درست راستے پر قائم رکھنا اور اس کی شخصیت و کردار کی اصلاح کرنا بھی ہے۔ اسی بنا پر اسلامی اصولِ ہدایت میں فرد کی انفرادیت، آزادیِ ارادہ، عزتِ نفس، تدریج، عملیت اور تزکیہ جیسے پہلو نمایاں ہیں۔ عصرِ حاضر کے بدلتے ہوئے سماجی، فکری اور ابلاغی حالات میں ان اصولوں کی معنویت مزید بڑھ جاتی ہے۔ ذیل میں ان اصولوں اور ان کی موجودہ دور میں عملی معنویت کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

1. انفرادیت کا اصول

اسلامی ہدایت میں ہر فرد کی فطری، ذہنی اور نفسیاتی خصوصیات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا﴾ (25)

"اور ہر ایک کے لیے ان کے عمل کے لحاظ سے درجے ہیں۔"

یہ آیت مبارکہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ افراد اپنی صلاحیتوں اور اعمال کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے رہنمائی کا مؤثر طریقہ ہر فرد کی ضرورت، استعداد اور حالات کے مطابق ہونا چاہیے۔

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عصری معنویت:

موجودہ دور میں افراد کی ذہنی، تعلیمی، نفسیاتی اور سماجی ضروریات ایک جیسی نہیں ہوتیں، اس لیے مؤثر دینی و اخلاقی رہنمائی میں فرد کے حالات، عمر، استعداد اور فکری سطح کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ جیساکہ ملا علی القاری شرح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

"خَاطِبُوا النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ"۔[26]

"لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرو"۔

اس اصول کی روشنی میں عصر حاضر میں خصوصاً بچوں اور نوجوانوں کی دینی تربیت اور رہنمائی ان کی ذہنی سطح، فکری سوالات اور مخصوص حالات کو سامنے رکھ کر کی جانی چاہیے، تاکہ ہدایت کا پیغام ان کے لیے قابلِ فہم اور مؤثر ہو۔

2. رضاکارانہ بنیاد

اسلام ہدایت کے معاملے میں جبر کے بجائے اختیار اور شعوری قبولیت کو بنیادی حیثیت دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ [27]

"دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت انسان کے شعوری انتخاب اور رضامندی سے وابستہ ہے۔

عصری معنویت:

موجودہ دور میں مذہبی، اخلاقی اور تربیتی رہنمائی میں فرد کے اختیار اور شعوری رضامندی کا احترام ضروری ہے۔ ابن تیمیہ اکراہ اور اختیار کے فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وإن كان قاصدًا لما يفعله ليس هو بمنزلة المفعول به الذي لا قدرة له ولا إرادة له في الفعل بحال، فإن مقصوده بالقصد الأول دفع الشيء لا نفس الفعل" [28]۔

"اگرچہ مکرہ شخص بظاہر اپنے کیے ہوئے فعل کا قصد رکھتا ہے، لیکن اس کا اصل مقصد خود اس فعل کو انجام دینا نہیں بلکہ اکراہ اور اس سے پیدا ہونے والے ضرر کو دور کرنا ہوتا ہے۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ کسی عمل کا ظاہری اختیار اور اس پر حقیقی رضامندی ایک ہی چیز نہیں۔ چنانچہ عصر حاضر میں دینی و اخلاقی رہنمائی میں جبر اور دباؤ کے بجائے دلیل، حکمت، مکالمے اور شعوری قبولیت کو اختیار کرنا چاہیے، خصوصاً نوجوانوں کی تربیت میں ان کے سوالات، فکری سطح اور حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں قائل کرنے کی کوشش کی جائے۔

3. رازداری اور عزتِ نفس کا لحاظ

اسلامی دعوت و اصلاح میں حکمت، نرمی اور حسنِ سلوک کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾[29]۔

"اپنے رب کے راستے کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے بلا"۔

اس اصول کا تقاضا ہے کہ اصلاح کے دوران فرد کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو اور اس کی ذاتی کمزوریوں کو تشہیر کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

عصری معنویت:

موجودہ دور میں، خصوصاً سوشل میڈیا کے ماحول میں، کسی فرد کی غلطی یا کمزوری کو علانیہ بیان کرنا اس کی عزتِ نفس کو مجروح کرسکتا ہے اور اصلاح کے بجائے تحقیر کا سبب بن سکتا ہے۔ امام غزالی اصلاح اور نصیحت کے طریقے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ فِي سِرٍّ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ أَحَدٌ فَمَا كَانَ عَلَى الملأ فهو توبيخ وفضيحة وَمَا كَانَ فِي السِّرِّ فَهُوَ شَفَقَةٌ وَنَصِيحَةٌ"[30]۔

"نصیحت پوشیدہ طور پر ہونی چاہیے، کیونکہ علانیہ نصیحت سرزنش اور رسوائی بن جاتی ہے، جبکہ پوشیدہ نصیحت خیرخواہی اور شفقت ہے"۔

چنانچہ عصر حاضر میں دینی و اخلاقی رہنمائی کے دوران رازداری، احترام اور عزتِ نفس کا تحفظ ضروری ہے، اور سوشل میڈیا پر کسی کی نجی معلومات، ذاتی غلطیوں یا کمزوریوں کو اصلاح کے نام پر عام کرنے سے اجتناب کیا جانا چاہیے۔

4. تسلسل کا اصول

ہدایت ایک وقتی عمل نہیں بلکہ مسلسل اور تدریجی سفر ہے۔ ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾[31] کا بار بار طلب کیا جانا اس کے تسلسل کی واضح علامت ہے۔ انسان کو زندگی کے مختلف مراحل میں علم، اصلاح اور تربیت کی ضرورت رہتی ہے۔

عصری معنویت:

موجودہ تیز رفتار دور میں دینی، اخلاقی اور فکری تربیت کو کسی وقتی نصیحت یا عارضی سرگرمی تک محدود نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کے لیے مسلسل اور تدریجی تربیت ضروری ہے۔تسلسل کی اہمیت آپ ﷺ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہوتی ہے:

"وأن أحب الأعمال إلى الله أدومها وإن قل"[32]

"اور بے شک اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جو دائمی ہو، اگرچہ تھوڑا ہو۔"

ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کی شرح میں علامہ نوویؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"بدوام القليل تستمر الطاعة بالذكر والمراقبة والإخلاص والإقبال على الله"[33]

یعنی تھوڑے عمل پر مداومت سے ذکر، نگرانیِ الٰہی، اخلاص اور اللہ کی طرف توجہ مسلسل قائم رہتی ہے۔

چنانچہ عصر حاضر میں خصوصاً نوجوانوں کی دینی و اخلاقی تربیت کے لیے وقتی مہمات کے بجائے مسلسل، مرحلہ وار اور قابلِ عمل تربیتی نظام تشکیل دینا زیادہ مؤثر ہے، جس میں خاندان، تعلیمی ادارے، مساجد اور ڈیجیٹل ذرائع مستقل رہنمائی کے مراکز کے طور پر اپنا کردار ادا کریں۔

5. عملیت پسندی

اسلامی ہدایت صرف نظری معلومات فراہم نہیں کرتی بلکہ انسان کے عقیدہ، عبادات، اخلاق، معاملات اور معاشرتی زندگی کی عملی رہنمائی بھی کرتی ہے۔ اس لیے اسلامی ہدایت علم اور عمل کے باہمی تعلق پر قائم ہے۔

عصری معنویت:

موجودہ دور میں دینی رہنمائی کو محض نظری گفتگو اور معلومات تک محدود رکھنے کے بجائے اسے انسان کی عملی زندگی کے مسائل سے مربوط کرنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے علم کے ساتھ عمل کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ"[34]۔

"قرآن تمہارے حق میں دلیل ہے یا تمہارے خلاف۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی علم محض معلومات حاصل کرنے کا نام نہیں بلکہ اس کے اثرات انسان کے عمل اور کردار میں ظاہر ہونے چاہییں۔ چنانچہ عصر حاضر میں نوجوانوں کو صرف دینی احکام اور نظری مباحث سے آگاہ کرنے کے بجائے ان کے عملی اطلاق، اخلاقی اثرات اور روزمرہ زندگی کے مسائل سے ان کے تعلق کو بھی واضح کرنا ضروری ہے، تاکہ دینی رہنمائی عملی زندگی کی اصلاح کا ذریعہ بن سکے۔

6. ترقی و تزکیہ کا اصول

اسلامی ہدایت کا مقصد صرف انسان کو معلومات فراہم کرنا نہیں، بلکہ اس کی فکری، اخلاقی اور روحانی اصلاح بھی ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کی بعثت کے اہم مقاصد میں لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینے کے ساتھ ان کے نفوس کی اصلاح اور پاکیزگی بھی شامل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [35]۔

" انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے "

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم اور تزکیہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ دینی تعلیم کا مقصد صرف معلومات میں اضافہ کرنا نہیں، بلکہ انسان کے اخلاق، کردار، نیت اور عملی زندگی میں بھی بہتری پیدا کرنا ہے۔ جب علم کے ساتھ نفس کی اصلاح اور اچھے اخلاق پیدا ہوں تو ہدایت کا مقصد زیادہ مؤثر انداز میں پورا ہوتا ہے۔

عصری معنویت:

مادی ترقی، معلومات کی فراوانی اور ٹیکنالوجی کی وسعت کے باوجود انسان کو اخلاقی اور روحانی چیلنجز کا سامنا ہے۔ امام غزالی دینی اعمال کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فالطاعات غذاءٌ للقلوب، والمقصود شفاؤها وبقاؤها وسلامتها في الآخرة وسعادتها وتنعمها بلقاء الله تعالى" [36]

"پس اطاعتیں (نیکیاں) دلوں کی غذا ہیں، اور مقصود ان کا شفا پانا، باقی رہنا اور سلامتی

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہے، اور آخرت میں سعادت اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے لطف اندوز ہونا ہے۔
یعنی اطاعتیں دلوں کی غذا ہیں اور ان کا مقصد دلوں کی اصلاح، سلامتی اور آخرت کی سعادت ہے؛ نیز وہ واضح کرتے ہیں کہ عبادات کا مقصود "تغيير القلوب وتبديل صفاتها"[37]ہے۔

چنانچہ عصر حاضر میں دینی تربیت کو محض معلومات کی فراہمی تک محدود رکھنے کے بجائے تزکیۂ نفس، کردار سازی، اخلاقی تربیت اور باطنی اصلاح سے مربوط کرنا ضروری ہے، تاکہ دینی علم انسان کے رویے، معاملات اور اخلاقی فیصلوں میں حقیقی مثبت تبدیلی پیدا کرے۔

مذکورہ چھ اصولوں سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ ہدایت فرد کو ایک جامد اور یکساں سانچے میں ڈھالنے کے بجائے اس کی انفرادیت، آزادی، عزتِ نفس اور حالات کو ملحوظ رکھتا ہے۔ ساتھ ہی یہ رہنمائی کو مسلسل تربیت، عملی اصلاح اور روحانی تزکیہ سے مربوط کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں ان اصولوں کی اہمیت اس لیے مزید بڑھ جاتی ہے کہ انسان کو معلومات کی کثرت، فکری اختلاف، نفسیاتی دباؤ اور تیز رفتار معاشرتی تبدیلیوں کا سامنا ہے۔ چنانچہ اسلامی اصولِ ہدایت ایک ایسے متوازن رہنمائی نظام کی بنیاد فراہم کرتے ہیں جس میں فرد کی شخصیت، اس کا اختیار، اخلاقی ذمہ داری، عملی زندگی اور روحانی ترقی کو یکجا کیا جاتا ہے۔

3. ہدایت کی انواع و اقسام اور ان کی عصری معنویت

اسلامی تصورِ ہدایت مختلف درجات اور ذرائع پر مشتمل ایک جامع نظام ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں ہدایت کی پانچ بنیادی اقسام ہدایتِ عامہ، ہدایتِ فطری، ہدایتِ حسی و عقلی، ہدایتِ شرعی اور ہدایتِ توفیقی بیان کی جاتی ہیں۔ یہ اقسام باہم منفصل نہیں بلکہ انسان کی فطری ساخت، حسی ادراک، عقلی شعور، وحی کی رہنمائی اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کو ایک مربوط نظام میں جمع کرتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں ان اقسام کی معنویت اس لیے بھی اہم ہے کہ جدید انسان کو علمی ترقی کے ساتھ فکری، اخلاقی اور عملی رہنمائی کی بھی ضرورت ہے۔

1. ہدایتِ عامہ

ہدایتِ عامہ سے مراد وہ عمومی رہنمائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو ان کی ساخت، صلاحیت اور مقصدِ وجود کے مطابق عطا فرمائی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:﴿رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ﴾ [38]

"ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی پھر راہ دکھائی۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو اس کی مناسب ساخت عطا کرنے کے ساتھ اس کے لیے زندگی کا مخصوص طریقہ بھی مقرر فرمایا۔ حیوانات کی جبلّی حرکات، پرندوں کی ہجرت اور کائنات کے منظم قوانین اس عمومی نظام کی نمایاں مثالیں ہیں۔

عصری معنویت:

موجودہ دور میں کائنات کے فطری نظم اور مخلوقات کے باہمی تعلق کا مطالعہ انسان کو اپنے ماحول اور دیگر مخلوقات کے بارے میں ذمہ دارانہ رویے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مخلوقات کے ساتھ حسنِ سلوک کے عمومی اصول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"إِنَّ اللهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ" [39]۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کو لازم قرار دیا ہے۔"

اس حدیث کی روشنی میں انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کائنات اور دیگر مخلوقات کو محض اپنے استعمال کا ذریعہ نہ سمجھے، بلکہ ماحولیاتی توازن، قدرتی وسائل کے تحفظ اور حیوانات کے ساتھ حسنِ سلوک کو اپنی ذمہ داری کا حصہ بنائے۔ یوں سائنسی ترقی کے ساتھ ماحول کے تحفظ اور مخلوقات کے حقوق کا شعور بھی انسانی ذمہ داری کا اہم پہلو بن جاتا ہے۔

2. ہدایتِ فطری

ہدایتِ فطری سے مراد وہ بنیادی استعداد اور رجحان ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:﴿فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ [40] انسانی فطرت میں حق، خیر اور سچائی کی طرف میلان کی ایک بنیادی صلاحیت موجود ہے، اگرچہ ماحول، تربیت اور دیگر بیرونی عوامل اس پر اثر انداز ہوسکتے ہیں۔

عصری معنویت:

جدید دور میں انسان کی شخصیت کی تشکیل پر خاندان، تعلیمی اداروں، معاشرے اور ذرائع ابلاغ کے گہرے اثرات ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فطرت اور حق کے تعلق کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومثل الفطرة مع الحق مثل ضوء العين مع الشمس، وكل ذي عين لو ترك بغير حجاب لرأى الشمس"[41]

"اور فطرت (یعنی انسان کی اندرونی صلاحیت) کی حق کے ساتھ مثال آنکھ کی روشنی اور

سورج کی طرح ہے۔ ہر آنکھ والا اگر بغیر کسی پردے کے چھوڑ دیا جائے تو وہ سورج کو دیکھ لے گا۔"

یعنی فطرت اور حق کا تعلق آنکھ کی روشنی اور سورج کی روشنی جیسا ہے، لیکن مختلف بیرونی عوامل فطرت کے راستے میں حجاب بن سکتے ہیں۔چنانچہ بچوں اور نوجوانوں کی تربیت میں ایسے مثبت خاندانی، تعلیمی اور ابلاغی ماحول کی تشکیل ضروری ہے جو ان کی فطری صلاحیتوں کو تقویت دے اور انہیں فکری و اخلاقی انحراف سے محفوظ رکھے۔ خصوصاً موجودہ ڈیجیٹل ماحول میں منفی اور گمراہ کن اثرات سے حفاظت کے ساتھ فطری رجحاناتِ خیر کی مناسب تربیت اس اصول کی اہم عملی ضرورت ہے۔

3. ہدایتِ حسی و عقلی

ہدایتِ حسی و عقلی سے مراد وہ رہنمائی ہے جو انسان کو اس کے حواس اور عقل کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ﴾ (42) "اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیے۔"

چنانچہ سماعت، بصارت اور عقلی صلاحیتوں کے ذریعے انسان مشاہدہ، تجربہ، تفکر اور تدبر کرتا اور اپنے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

عصری معنویت:

موجودہ علمی و فکری دور میں معلومات کی فراوانی کے باعث عقل و شعور کے درست استعمال کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔ ابن تیمیہ عقل اور صحیح شرعی رہنمائی کے تعلق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"العقل الصريح لا يخالف النقل الصحيح بل يصدقه ويوافقه"(43)

"صریح عقل صحیح نقل کے خلاف نہیں ہوتی، بلکہ اس کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے موافقت رکھتی ہے۔"

چنانچہ انسان کو معلومات کو محض کثرتِ انتشار کی بنیاد پر قبول کرنے کے بجائے ان کے ماخذ، صحت اور نتائج کا جائزہ لینا چاہیے۔ خصوصاً ڈیجیٹل ذرائع ابلاغ میں افواہوں، غلط معلومات اور غیر مستند دعووں کی موجودگی کے باعث تنقیدی فکر، تحقیق، مشاہدہ اور تدبر کو بروئے کار لانا اس رہنمائی کی اہم عملی صورت ہے۔

4. ہدایتِ شرعی

ہدایتِ شرعی سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ رہنمائی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے وحی کی صورت میں انسانوں تک پہنچی۔ قرآن مجید اس رہنمائی کی جامعیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾(44)

"بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔"

چنانچہ قرآن و سنت انسان کے عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور معاشرتی زندگی کے لیے بنیادی اصول فراہم کرتے ہیں۔

عصری معنویت:

عصرِ حاضر میں سائنسی اور معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ متعدد نئے فکری اور اخلاقی مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ ایسے حالات میں قرآن و سنت کی رہنمائی انسان کو محض احکام ہی فراہم نہیں کرتی بلکہ نئے مسائل کو سمجھنے اور ان کے بارے میں درست طرزِ عمل اختیار کرنے کے لیے اصول اور رہنمائی بھی فراہم کرتی ہے۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"فإن الشارع لما نبَّه العقول على الآيات والبراهين والعِبَر اهتدت العقول فعلمت ما هداها إليه الشارع"(45)

"پس بے شک شارع (اللہ یا نبی ﷺ) نے جب عقلوں کو آیات، دلائل اور عبرتوں پر متنبہ کیا، تو عقلوں نے ہدایت پائی اور جان لیا جو کچھ شارع نے انہیں ہدایت دی تھی۔"

یعنی شریعت نے جب عقلوں کو آیات، دلائل اور عبرتوں کی طرف متوجہ کیا تو عقلیں اس رہنمائی کے ذریعے ان حقائق کو سمجھنے لگیں جن کی طرف شریعت نے رہنمائی کی ہے۔چنانچہ موجودہ دور میں ہدایتِ شرعی سے استفادہ کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں کو سمجھ کر انہیں نئے فکری، اخلاقی اور عملی مسائل پر حکمت اور بصیرت کے ساتھ منطبق کیا جائے، تاکہ علمی و سائنسی ترقی اخلاقی ذمہ داری اور انسانی فلاح سے مربوط رہے۔

5. ہدایتِ توفیقی

ہدایتِ توفیقی سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ خصوصی توفیق ہے جس کے ذریعے انسان حق کو قبول کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کے قابل ہوتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:﴿وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

[46] اور ﴿يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ﴾ [47]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی ہدایت کا حصول اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے وابستہ ہے۔

عصری معنویت:

موجودہ دور میں دینی معلومات اور علمی مواد تک رسائی آسان ہوگئی ہے، لیکن محض علم حاصل کرلینا لازماً عمل، اخلاص اور کردار کی اصلاح کا سبب نہیں بنتا۔ ابن القیم ہدایت کے مراتب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فالهداية: هي البيان والدلالة، ثم التوفيق والإلهام، وهو بعد البيان والدلالة۔[48]

"پس ہدایت: وہ بیان اور دلالت (راہ دکھانا) ہے، پھر توفیق اور الہام ہے، اور یہ (توفیق و الہام) بیان اور دلالت کے بعد آتا ہے۔"

یعنی ہدایت پہلے بیان اور رہنمائی کا نام ہے، پھر اس کے بعد توفیق اور الہام کا درجہ آتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حق کی معرفت اور اس کی طرف رہنمائی کے ساتھ اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی توفیق بھی ضروری ہے۔ چنانچہ موجودہ دور میں کثرتِ معلومات کے باوجود انسان کو علم کو عمل، کردار اور اخلاقی ذمہ داری میں تبدیل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہدایت، استقامت اور توفیقِ عمل طلب کرنی چاہیے۔

پانچوں اقسام کے باہمی مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی تصورِ ہدایت انسان کی فطرت، حواس، عقل، وحی اور اللہ کی توفیق کو ایک جامع نظام میں مربوط کرتا ہے۔ ہدایتِ عامہ انسان کو کائناتی نظم سے متعارف کراتی ہے، ہدایتِ فطری اس کے اندر خیر اور حق کی بنیادی استعداد پیدا کرتی ہے، حسی و عقلی ہدایت اسے مشاہدہ اور تدبر کے ذرائع فراہم کرتی ہے، ہدایتِ شرعی اسے وحی کی روشنی میں واضح اصول عطا کرتی ہے، جبکہ ہدایتِ توفیقی علم کو عمل اور معرفت کو عملی اصلاح سے مربوط کرتی ہے۔

عصرِ حاضر میں اس جامع تصور کی اہمیت اس لیے نمایاں ہے کہ انسان کو ایک طرف معلومات اور سائنسی وسائل کی فراوانی حاصل ہے، جبکہ دوسری طرف فکری انتشار، اخلاقی سوالات اور عملی چیلنجز بھی موجود ہیں۔ اسلامی تصورِ ہدایت ان تمام پہلوؤں کو باہم مربوط کرکے انسان کی فکری، اخلاقی اور عملی زندگی کے لیے متوازن رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

خلاصہ:

یہ مضمون ہدایت کے ارکان، اصول اور انواع و اقسام کا تحقیقی و تقابلی جائزہ تفسیر کشاف اور روح المعانی کی روشنی میں پیش کرتا ہے۔ہدایت انسانی زندگی کی ایک بنیادی ضرورت ہے، جو انسان کو گمراہی، ضلالت اور جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر نور، فلاح اور راہِ حق کی طرف لے جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ہدایت کا مفہوم صرف کسی راستے کی نشاندہی تک محدود نہیں، بلکہ یہ انسان کو حق کی پہچان، درست عمل اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

ہدایت کا نظام پانچ بنیادی ارکان پر مشتمل ہے: ہادی (اللہ تعالیٰ کی ذات)، داعی (رسول، نبی، مربی یا مبلغ)، مطلوب (ہدایت پانے والا انسان)، معلومات (وحی، قرآن اور سنت) اور مقصد (رضائے الٰہی و فلاح)۔ ان ارکان کے بغیر ہدایت کا تصور مکمل نہیں ہوتا۔

ہدایت کے اصولوں میں انفرادیت، رضاکارانہ بنیاد، رازداری اور عزت نفس کا لحاظ، تسلسل، عملیت پسندی، اور ترقی و تزکیہ شامل ہیں۔ یہ اصول اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ ہدایت کا عمل محض نظری نہیں بلکہ عملی ہے، اور یہ ہر فرد کی انفرادی صلاحیتوں کے مطابق، آزادئ ارادہ کی بنیاد پر، تدریجی اور مسلسل انداز میں آگے بڑھتا ہے۔

ہدایت کی انواع و اقسام میں ہدایتِ عامہ، ہدایتِ فطری، ہدایتِ حسی و عقلی، ہدایتِ شرعی اور ہدایتِ توفیقی شامل ہیں۔ ہدایتِ عامہ تمام مخلوقات کے لیے ہے، ہدایتِ فطری انسان کی فطرت میں ودیعت کردہ شعور ہے، ہدایتِ حسی و عقلی حواس اور عقل کے ذریعے رہنمائی ہے، ہدایتِ شرعی انبیاء اور آسمانی کتابوں کے ذریعے رہنمائی ہے، اور ہدایتِ توفیقی اللہ کی خاص عنایت اور فضل ہے۔

تفسیر کشاف میں ہدایت کے تصور کو بنیادی طور پر عقل، بلاغت اور استدلال کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ امام زمخشری ہدایت کو دو سطحوں 'دلالت اور توفیق ' میں تقسیم کرتے ہیں، اور انسانی اختیار، ذمہ داری اور عدلِ الٰہی پر زور دیتے ہیں۔ روح المعانی میں ہدایت کے تصور کو بنیادی طور پر روحانیت، باطن کی اصلاح اور الٰہی توفیق کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ علامہ آلوسی ہدایت کو ایک الٰہی نور قرار دیتے ہیں، جو اللہ کی مشیت سے بندے کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔

دونوں تفاسیر کے تقابلی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہ ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ ایک دوسرے کے مکمل ہیں، اور ان کے امتزاج سے ہی ہدایت کا جامع اور متوازن فہم حاصل ہوتا ہے۔

نتیجہ بحث:

ہدایت کے ارکان، اصول اور انواع و اقسام کا یہ تحقیقی و تقابلی مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ہدایت ایک کثیر الجہت حقیقت ہے، جسے کسی ایک زاویے سے نہیں سمجھا جا سکتا۔

ہدایت کا حصول انسانی کوشش اور الٰہی توفیق کے امتزاج سے ممکن ہے۔ نہ تو صرف انسانی کوشش کافی ہے، نہ صرف الٰہی توفیق۔ یہ توازن ہی ہدایت کا اصل راز ہے۔ اسی لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی فطرت کو صاف رکھے، عقل اور وحی دونوں سے رہنمائی حاصل کرے، اور عاجزی سے اللہ سے ہدایت طلب کرے۔

ہدایت کے تمام ارکان " ہادی، داعی، مطلوب، معلومات اور مقصد "ایک مربوط نظام کی تشکیل کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک رکن کی کمی ہدایت کے عمل کو نامکمل کر دیتی ہے۔ ہدایت کے اصول اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ ہدایت کا عمل محض نظری نہیں بلکہ عملی ہے، اور یہ ہر فرد کی انفرادی صلاحیتوں کے مطابق، آزادئ ارادہ کی بنیاد پر، تدریجی اور مسلسل انداز میں آگے بڑھتا ہے۔

تفسیر کشاف اور روح المعانی کا موازنہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں تفسیریں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، مگر ایک دوسرے کی مخالف نہیں۔ کشاف میں عقل، اختیار اور عمل کی ذمہ داری پر زور دیا گیا ہے، جبکہ روح المعانی میں اللہ کے فضل، اس کی توفیق اور روحانی تربیت پر زور دیا گیا ہے۔ یہ دونوں طریقے ایک دوسرے کے خلاف نہیں بلکہ ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں۔ جب ہم ان دونوں کو ملا کر دیکھتے ہیں تو ہدایت کا مکمل اور متوازن تصور سامنے آتا ہے۔

عصر حاضر میں ہدایت کے اس جامع تصور کو اپنانا نہایت ضروری ہے۔ آج انسان کو فکری، اخلاقی اور روحانی سطح پر مختلف مسائل کا سامنا ہے۔ معلومات اور ذرائع ابلاغ کی کثرت کے باوجود صحیح اور غلط میں امتیاز کرنا آسان نہیں۔ ایسے میں ہدایت کے قرآنی تصور کو انسانی زندگی کے تمام شعبوں "فرد، داعی، تعلیمی ادارے، دینی رہنمائی اور اخلاقی اصلاح "میں نافذ کرنا ضروری ہے۔

ہر فرد ، چاہے وہ عام انسان ہو، داعی ہو، تعلیمی ادارہ ہو، دینی رہنما ہو یا اخلاقی مصلح ہو — کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہدایت کے اس نظام کو اپنی زندگی اور اپنے دائرہ کار میں نافذ کرے۔ داعی کو چاہیے کہ وہ حکمت، نرمی اور اپنے کردار سے لوگوں کو متاثر کرے۔ تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ وہ ہدایت کے قرآنی تصور کو نصاب اور تربیتی نظام کا حصہ بنائیں۔ اور معاشرے کو چاہیے کہ وہ ایسا ماحول تشکیل دے جس میں ہدایت کے حصول اور اس پر استقامت کی راہیں ہموار ہوں۔

ہدایت کا قرآنی تصور ایک جامع، متوازن اور عملی نظام ہے، جو انسان کو دنیا و آخرت کی کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔ اس نظام کو اپنانے سے نہ صرف فرد کی انفرادی زندگی سنورتی ہے بلکہ معاشرہ بھی اصلاح، اعتدال اور بھلائی کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ عصر حاضر کے چیلنجز کا مؤثر مقابلہ صرف اسی صورت ممکن ہے جب ہدایت کے قرآنی تصور کو اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ کیا جائے۔

سفارشات:

1. ہدایت کے قرآنی تصور کو تعلیمی نصاب کا لازمی حصہ بنایا جائے تاکہ طلبہ اسے نظری اور عملی دونوں سطحوں پر سمجھ سکیں۔
2. داعیین اور مبلغین کی تربیت جدید تقاضوں کے مطابق کی جائے اور انہیں حکمت، نفسیات اور سوشل میڈیا کے آداب سکھائے جائیں۔
3. دینی رہنمائی میں اعتدال اور توازن کو فروغ دیا جائے اور عقل و روحانیت دونوں کو یکجا کر کے پیش کیا جائے۔
4. اخلاقی اصلاح کے لیے خاندان، ادارے اور معاشرے کی سطح پر عملی ماحول تشکیل دیا جائے تاکہ حسنِ خلق اور تقویٰ کو اپنایا جا سکے۔
5. ہدایت کے موضوع پر عصر حاضر کے چیلنجز کے تناظر میں مزید تحقیقی کام کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ یہ پیغام ہر دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا جا سکے۔

حوالہ جات:

[1] ۔ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 2009ء)، ج1، ص47۔

[2] ۔ القصص 56:28۔

[3] ۔ اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1997ء)، ج3، ص403۔

[4] زمخشری، جار اللہ محمود بن عمر. الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل،ج3، ص 307۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

[5]-ابن کثیر،اسماعیل بن عمر بن کثیر،تفسیر ابن کثیر، ج3، ص 403-
[6] ۔ العنکبوت: 69-
[7] ۔ الأحزاب33:46-
[8] ۔ آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1999ء)، ج 6، ص 423-
[9] ۔ زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج 14، ص 197-
[10] ۔ الروم 30:30-
[11]-زمخشری، جار اللہ محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج6، ص 303-
[12]- آلوسی، سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج14، ص 196-
[13]- قرطبی، محمد بن أحمد بن أبي بکر،الجامع لأحکام القرآن،(قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 1967ء) ج 14، ص 29-
[14] ۔ الزمر: 17-18-
[15]- البقرۃ: 2-
[16]- آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج 1، ص 31-
[17] ۔ زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج 1، ص 242-
[18] ۔ مسلم بن الحجاج، مقدمہ، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع،(بیروت: دار إحیاء التراث العربي، س ن)ج1، ص10-
[19] ۔ الأحزاب33: 71-
[20] ۔ زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج 6، ص 470-
[21] ۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج 14، ص 208-
[22] ۔ ثناَ اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2005ء)، ج 9، ص 239-
[23] ۔ آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج 21، ص 109-
[24] ۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکفاف والقناعۃ، حدیث: 1054-
[25] ۔ الأنعام: 132-
[26] ۔ علي بن (سلطان) محمد ، ملا علی القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، (بیروت: دار الفکر، 1422ھ) ج8، ص3453-
[27] ۔ البقرۃ: 256-
[28] ۔ ابن تیمیة، أحمد بن عبد الحلیم، مجموع الفتاوی،(المدینة النبویة :مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشریف، 1416 ھ)ج8، ص 502-
[29] ۔ النحل: 125-
[30] ۔ الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد، إحیاء علوم الدین (القاهرة: المطبعة الأزهرية المصرية، 1316ھ)ج2، ص185-
[31] ۔ الفاتحہ: 6-
[32] ۔ محمد بن إسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ) حدیث: 6464-
[33] ۔ ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي، فتح الباري شرح صحيح البخاري،(بیروت: دار المعرفة للطباعة والنشر، 1379ھ)ج1، ص103 -
[34] ۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء،حدیث 223-
[35] ۔ الجمعۃ: 2-
[36] ۔ ابو حامد محمد بن محمد الغزالي، إحیاء علوم الدین، 4/367-
[37] -ایضاً، 4/368-
[38] ۔ طٰہٰ: 50-
[39] ۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل، حدیث 1955-

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

[40] - الروم: 30-
[41] - ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوى،ج7 ،ص 247-
[42] - النحل: 78-
[43] - ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم، شرح العقيدة الأصفهانية (بيروت: المكتبة العصرية، 1425ھ) ص 101-
[44] - الإسراء: 9-
[45] - ابن تيمية، مجموع الفتاوى، ج19، ص 229-
[46] - البقرة: 258-
[47] - النور: 35-
[48] -ابن القيم، محمد بن أبي بكر ،مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين، (بيروت: دار الكتاب العربي،1416ھ)ج 1، ص 32-